لغاتِ زبانِ اردو، اردو مشینی ترجمہ اور بنیادی اردو قواعد

ڈاکٹر حافظ صفوان محمد چوہان

This article, basically a review, lightly discusses the spark of Urdu dictionaries from the very beginning and their changing modes with the changing needs of their times. The Urdu dictionary that claims the position of the "Wordbase" so far is Jame-ul-Lughaat. When such books were appearing, a dire need of the Urdu grammar was felt which produced these compilations, though very small in number, and these too, are Arabic & Persian graded grammars in which Urdu is seen in the perspective of these languages and not as an independent & sovereign language.

Unfortunately the grammars of native Urdu writers have not been of significant importance to the people working on Urdu Machine Translation (MT). A recent work is published which is hoped to stand by this need, and its credits are jotted here in literary discourse.

سید القوم سرسید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلے آدمی ہیں جنھیں اردو کے ایک بڑھیا زبان ہونے اور اِسے اِس حیثیت میں عوام میں چلن دار کرنے کا خیال آیا۔ اُنھوں نے اردو کے استعمالی اِمکانات کو سمجھا اور اِسے ادب کی غلام گردشوں سے نکال کر اپنے دور کی سماجی و اصلاحی نیز عملی ضرورتوں کے لیے برتا۔ اردو کا رسم الخط بھی اُنھیں فائدہ دیتا نظر آیا اور اِس سے اُنھوں نے وہ کام لیا جو اُن سے پہلے کسی نے نہیں لیا تھا، یعنی اِس میں انگریزی کو لکھنا اور پوری قوت کے ساتھ ہر سطح پر عملاً برتنا۔ اِن عملی ضرورتوں کے پورا کرنے کے دوران ہی میں اُنھیں زبانِ اردو کے لغت کا خیال سوجھا جس کا نام اُنھوں نے گارسیں ڈاسی کے مشورے پر لغتِ زبانِ اردو رکھا۔ اُن سے پہلے دیسی لوگوں کے جتنے بھی لغت ہیں وہ سب معین الادب یا معین الشعرا قسم کی چیزیں ہیں۔ اُس دور میں زبان سے مراد ادب ہی لیا جاتا تھا۔

سرسید کے لغتِ زبانِ اردو کے خیال کو کئی لوگوں نے اپنے اپنے طور پر لیا اور دیسی لوگوں کے اردو لغات سامنے آنے لگے۔ یہ لغات چوں کہ شاعری کے ٹھیوں سے لکھے گئے تھے لہٰذا لغت سازی میں شاعری ہی معیار ٹھہری۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ جیسوں

ہزار شعر کہے ہی صرف اِس لیے گئے کہ کسی لفظ کی مثلاً تذکیریت یا تانیثیت کے جھگڑے میں اپنے دبستان کے موقف کی سند بن جائے۔ چنانچہ دیسی لوگوں کے ابتدائی لغات بھی ایک طرح سے شاعری ہی کی تفہیم و توضیح کے لیے کارآمد ہیں۔ اِن لغات میں زبان کو ادب کے عدسے سے دیکھا گیا ہے۔ ادب نے کوئی سند دے دی تو ٹھیک، ورنہ لفظ یا مرکب سرے سے لغت کے قابل ہی نہ ٹھہرا۔ اور محاورہ تو چند کلو میٹر بلکہ چند ایکڑ زمین کے علاوہ کہیں بنتا ہی نہ تھا۔ دیسی لوگوں کے لکھے اردو کے ابتدائی تین بڑے لغات (فرہنگِ آصفیہ، نور اللغات اور تاج اللغات) کی جولان گاہ یہی رہی ہے۔ پچھلی صدی کے چوتھے دہے میں جامع اللغات چھپا جو اِن معنی میں اردو ''زبان'' (Language) کا پہلا لغت ہے کہ اِس میں دو تین شہروں کے تین چار محلوں کے پانچ سات اساتذہ کے ہاں بار نہ پاسکنے والا لیکن برِ عظیم پاک و ہند کے بیسیوں صوبوں اور ہزاروں شہروں کے کروڑوں باسیوں کے ماحولوں اور ثقافتوں میں چلن دار روزمرہ اور محاورہ بھی ملتا ہے۔ اِس لغت نے منہ میں زبان رکھنے والوں کا مدعا پوچھا اور اُن کی بولی کو اعتبار عطا کیا ورنہ اب تک مخصوص جغرافیائی چوحدیوں کا پشتینی رہائشی ہی جو شاعر ہو اور شاعری کے چند بڑے ناموں کا منظورِ نظر بھی ہو، اردو کا باصلاحیت بولنے والا شمار ہوتا تھا۔ لسانی انجینئرنگ کی جدید اصطلاحاتی زبان میں جامع اللغات اردو کا پہلا Wordbase ہے کیوں کہ اِس میں اپنے وقت تک کے لغات میں سب سے زیادہ الفاظ و مرکبات اور روزمرہ ملتا ہے Platts کی Urdu, Classical Hindi & English Dictionary سے بھی زیادہ! یہ الگ بات ہے کہ کوئی اور قابلِ ذکر کی نہ مل سکنے پر زیادہ الفاظ کی سمائی ہی کو اِس لغت کا عیب کہا جاتا رہا ہے۔ جامع اللغات سے اردو لغت نویسی کی تاریخ میں پہلی بار اردو زبان نے بار پایا، اور یوں اِس لغت نے اردو لغت نویسی کا کینڈا ہی بدل دیا۔ اور یہ اِسی کا تسلسل تھا کہ علمی اردو لغت اور قاموس اللغات سامنے آئے، جنھیں جدید اصطلاحاتی زبان میں اردو کے فوقانی لغت (Advanced Learners' Dictionaries) کہا جاسکتا ہے (اگر اِن میں مثالی جملے شامل ہوتے تو یہ اِس تعریف پر پورا اترتے)۔ فرہنگِ تلفظ اب تک کے زبانِ اردو کے لغات کا آخری معروف نام اور بیش بہا کام ہے جس کی بنیاد جنابِ مولف کے الفاظ میں، اِس اصول پر رکھی گئی ہے کہ تلفظ وہی ہے جو ''عوام میں چلن دار'' ہے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ بات ہی ختم ہوگئی۔ جنابِ شان الحق حقی کے اِس ایک فقرے سے ایک صدی سے طرزِ کہن پر اڑی ہوئی اردو لغت نویسی نئے دور میں داخل ہوگئی۔

اردو زبان کی بات چلی تو اردو قواعد تحریر کیے جانے بھی ضروری محسوس ہوئے اور اِس طرف بھی دیسی لوگوں کی توجہ ہوئی؛ اِس سے پہلے کے خالص اردو قواعد نامے بیرونیوں ہی کے لکھے ہوئے تھے۔ میرزا نثار علی بیگ کی تین حصوں پر مشتمل رسالۂ قواعدِ اردو (۱۹۰۱ء) اور مولانا فتح محمد جالندھری کی مصباح القواعد (۱۹۱۶ء) سے چلتے چلتے بابائے اردو مولوی عبدالحق کی قواعدِ اردو (۱۹۵۸ء) نے اِس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ قواعدِ اردو وہ کتاب ہے جس کی ضرورت سے کسی اردو خواں کو مفر نہیں خواہ وہ اردو ماں کی گود میں سیکھے یا محنت سے سیکھے۔ اردو قواعد کے یہ تینوں مجموعے بدیہۂ عربی و فارسی قواعد کی بنیاد پر لکھے گئے ہیں۔ اِس کے بہت بعد میں ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں کی جامع القواعد شائع ہوئی۔ لیکن یہ اِنہی تین کتبِ قواعد کا خذ ما صفا ہے اور اِس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ البتہ بہت سے الفاظ کی سند کے لیے اشعار ضرور لائے گئے ہیں، جو بابائے اردو نے اپنی قواعدِ اردو میں نہیں دیے تھے! چنانچہ اردو قواعد کی کتابیں بھی زبان کی بجائے زیادہ تر معین الادب (Companions to Literature) ہی رہی ہیں۔ البتہ دو کتابیں

ایسی بھی ملتی ہیں جو معمول سے ہٹ کر تھیں: عصمت جاوید کی نئی اردو قواعد (۱۹۸۱ء) اور ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ کی Urdu Grammar- History & Structure (۱۹۸۸ء)۔ لیکن یہ دونوں عام دستیاب نہیں ہیں۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا، قواعد کی ضرورت ہر ایک کو ہے لیکن ضرورت کی شدت کی سطح مختلف ہے۔ چنانچہ بڑے پیمانے پر زبان اردو کے قواعد کی ضرورت کا احساس سب سے پہلے اُس وقت ہوا جب حکومتی اور نیم حکومتی سرپرستی میں سوچے سمجھے منصوبوں کے تحت انگریزی سے اردو تراجم ہونے لگے۔ ادارہ فرہنگستان و دیگر نے ایسے کئی کام کرائے۔ ان تراجم نے اردو کی صلاحیتوں اور پہنائیوں کو روشنی میں لا کھڑا کیا۔ یہاں سے اردو بحیثیت زبان چل پڑی، اور اردو والے بھی یہ کہنے کے قائل ہو گئے کہ جس شخص کو غالب و اقبال کا ایک مصرع تک نہ آتا ہو وہ بھی اردو میں اپنا مافی الضمیر پورے طور پر بیان کر سکتا ہے بالکل ویسے جیسے انگریزی زبان حال سے یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ورڈز ورتھ کا نام تک جانے بغیر انگریزی سے دنیا کا ہر کام لیا جا سکتا ہے حتیٰ کہ سماج کے لیے ضروری ادب کی تخلیق بھی۔ زندہ زبان وہ ہوتی ہے جو سماج کے مختلف گروہوں کی عملی (Functional) ضرورتوں کو پورا کرے۔ ادب ایک قابلِ احترام Function ضرور ہے مکمل زبان بہرحال نہیں۔

دورِ حاضر میں زندہ زبانوں کے تیز رفتار استعمال نے اور ملکوں ملکوں بولے جانے کی کاروباری، سیاسی اور ثقافتی ضرورتوں نے بین اللسانی تراجم کی شدید طلب پیدا کر دی ہے۔ اب یہ تراجم مشین کے ذریعے ہوتے ہیں، اور اس قدر تیز رفتاری سے ہوتے ہیں کہ عملاً لفظ بلفظ محسوس ہوتے ہیں۔ مشینی ترجمے نے قواعدِ زبان کے کمپیوٹیائے جانے کی ضرورت کو لسانی انجینئرنگ کی تحقیقات کا مرکزی محور بنا دیا ہے۔ چنانچہ آج کی سماج لسانی ثقافت (Socio-Linguistic Culture) میں زندہ زبان کی تعریف اب صرف یہ نہیں ہے کہ یہ خود مکتفی (self-contained) ہو، بلکہ یہ ہو گئی ہے کہ زبانوں کی دنیا میں یہ ماحول دوست (environment-friendly) بھی ہو، یعنی اپنی حیثیت و شناخت برقرار رکھتے ہوئے ماحول کی دیگر زبانوں کے لیے قابلِ قبول ہو اور الفاظ و مرکبات اور خیالات کا انجذاب اور لین دین کرنے کی پوری صلاحیت بھی رکھتی ہو۔ سائبر دور کی اِس بنیادی ضرورت کو پورا کرنے یعنی اردو کو بطور مستقل، آزاد، خود مختار اور خود کفیل زبان تسلیم کرتے ہوئے ایک نئی اردو قواعد لکھنے کی تجویز راقم نے مقتدرہ قومی زبان میں مرکزِ فضیلت برائے اردو اطلاعیات کے لیے لکھی گئی اپنی کنسلٹنسی رپورٹوں میں پیش کی ہے اور اِس ضمن میں یہاں پر Prof Ruth Laila Schmidt کی شہرۂ آفاق کتاب Urdu: An Essential Grammar (۱۹۹۹ء) کا ترجمہ کرانے کی کوشش بھی کی۔ یہ پراجیکٹ جواب ختم ہو گیا ہے بوجوہ ذہین مشینی ترجمے کی سمت میں قدم بڑھانے کو تھا۔ دنیا بھر میں مشینی ترجمہ اب شماریاتی نیز دو غلی تکنیکوں سے ہو رہا ہے اور یقیناً یہی اِس کا مستقبل ہے۔

اردو قواعد کی متذکرہ بالا کتاب دنیا بھر میں جاری اردو مشینی ترجمے کی ابتدائی تحقیقات میں پیش آمدہ ضروریات کو پورا کرنے میں معاون ہوئی۔ چنانچہ ڈاکٹر اینڈریو ہارڈی کے پی ایچ ڈی کے غیر مطبوعہ مقالے ’’The Computational Analysis of Morpho-Syntacic Categories in Urdu‘‘ (۲۰۰۳ء) اور دیگر تحقیقی مقالوں اور زبان پر جاری عملی تحقیقات میں اِسے بنیاد بنایا گیا۔ یہ کتاب جب برتی گئی تو اِس میں کی کچھ کمیاں اور سرِ لہائے نظر بھی سامنے آئے۔ ہارڈی نے بھی اپنی تحقیق میں کچھ جگہ پر شدّ

سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے: http://eprints.lancs.ac.uk/1071/

☆☆☆

اردو قواعد کے میدان میں تازہ ترین کتاب ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ کی بنیادی اردو قواعد ہے جسے اواخر ۲۰۱۰ء میں مقتدرہ قومی زبان نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب زبانِ اردو کے قواعد کو نئے انداز میں اور جدید تر تعریفات کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ ہر زبان کی طرح اردو میں بھی ایسے بہت سے الفاظ ہیں جو ایک ہی وقت میں کئی کئی قواعدی شخصیتیں رکھتے ہیں۔ اِن کا الگ الگ بیان جو اکثر جگہوں پر مثالوں کے ساتھ ہے تفہیم نیز استعمال کی صورتیں سامنے لاتا ہے۔ یہ لفظ کے استعمال کا تنوع ہی ہے جس سے نئے قواعد بنتے ہیں اور لفظ کی نئی نئی قواعدی شخصیتیں سامنے آتی ہیں۔

لفظ پہلے بنتے ہیں اور قواعد بعد میں۔ اردو قواعد کی کتابوں میں اب تک یہی ہوتا آیا ہے کہ قواعد کے ذیل میں لفظ رکھے جاتے ہیں۔ اِس کا الٹ یعنی لفظوں کو بنیاد بنا کر قواعدی صورتوں کی چھان بین اب تک نہیں کی گئی تھی۔ اردو لفظیات کے ساتھ یہ برتاؤ کچھ اہلِ علم مثلاً ڈاکٹر شوکت سبزواری، شان الحق حقی، حامد حسن قادری، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر رؤف پاریکھ، صفدر قریشی، خواجہ غلام ربانی مجال، عابد صدیق اور ڈاکٹر ف عبدالرحیم وغیرہ کے کچھ مضامین میں اور بڑی تعداد میں ڈاکٹر سہیل بخاری کی کچھ کتابوں میں ملتا ہے لیکن الفاظ کی اِس قدر طویل فہرستوں کو قواعد کی بنیاد پر چھانٹنے اور درجہ بندی کر کے رکھنے کی اِتنی بڑی کوشش اب تک نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ بنیادی اردو قواعد میں الفاظ کی قواعدی حیثیت ہی نہیں بلکہ لغت نوازی/لفظ سازی (Wordsmithery) کی مختلف صورتیں بھی ایسے انداز میں زیرِ بحث لائی گئی ہیں کہ عام سمجھ بوجھ کا قاری بھی اردو کے توسیعی امکانات کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے۔ لیں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں: ص-۲۸۷ پر لاحقے یار سے بنا لفظ ہتھیار دیکھیے جس کی وضاحت یوں کی گئی ہے: ہاتھ کا رفیق کا معنی ہتھ (ہاتھ)+ یار اِس لاحقے سے آپ جسم کے مختلف حصوں پر پہننے اور استعمال کے آلات کے لیے شاندار اسمائے آلہ گھڑ سکتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ الفاظ کی یہ فہرستیں کہیں ضرورت سے زیادہ طویل ہو گئی ہیں جنھیں مستقل کتابی صورت میں بھی سامنے لانا چاہیے۔

بنیادی اردو قواعد میں مثالی لفظوں کی بڑی تعداد وہ ہے جو اردو کے کلاسیکی ادب سے لی گئی ہے۔ اردو میں تازہ وارد الفاظ و مرکبات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ یہ کتاب بیک وقت اردو کے کلاسیکی مزاج اور جدید استعمالات کو سامنے لاتی ہے۔ اردو قواعد کی کتابوں میں یہ نادر بات ہے۔ چنانچہ اِس کتاب سے جہاں اردو جاننے والے فائدہ پائیں گے وہیں اردو کو بحیثیت ثانوی یا بیرونی زبان سیکھنے والے بھی اِسے مددگار پائیں گے۔ اردو کے افعال اور سابقوں اور لاحقوں کی طویل فہرستیں اور الفاظ کے مرادی یعنی ثقافتی معنوں کی بڑے پیمانے پر سمائی اِس کتاب قواعد کو بہت سی لسانی و علمی ضرورتوں کے لیے کافی کر دیتی ہے۔ بیشتر مثالی الفاظ کے معانی بھی دیے گئے ہیں جن کی وجہ سے یہ کتاب لغت کی موٹی موٹی ضرورت کو بھی کسی درجے میں پورا کر دیتی ہے۔

ایک خاص بات ڈاکٹر سہیل عباس کا اسلوب ہے۔ اُنھوں نے کہیں یہ کوشش نہیں کی کہ مجرد بیان کو کسی بھاری بھرکم لفظ یا اصطلاح کے اوٹ کر کے چھپا جائیں بلکہ اُنھوں نے ہر بات کو بالکل غیر مبہم الفاظ میں بیان کیا ہے۔ زیرِ بحث لفظ یا اصطلاح کی بالکل سامنے کے الفاظ میں تعریف قواعد کی کم کتابوں میں ملتی ہے اور بنیادی اردو قواعد اِنھی کمیاب کتابوں میں سے ہے۔ آخر کتاب میں

دی گئی اصطلاحات قواعد کی مختصر الفاظ میں توضیح بھی خاصے کی چیز ہے۔ضروری معلومات پر مشتمل جدول بھی بہت سی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

بنیادی اردو قواعد اردو مشینی ترجمے میں کتنی اور کیسی مدد دیتی ہے اِس کا انحصار اِس کے استعمال پر ہے۔کوئی ادارہ مشینی ترجمے کے پراجیکٹ کی کسی جہت میں اِس کا کوئی متعلقہ حصہ برت کر دیکھے تو اِس کتاب کی یہ طرفگی بھی سامنے آجائے گی۔اگر پراجیکٹ نہ بھی مہیا ہو تب بھی پی ایچ ڈی کے کسی اچھے مقالے میں یا زیادہ سے زیادہ ایم فل کے کسی سنجیدہ طالبِ علم کے مقالے میں اِسے نظری تحقیق کے لیے بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ لسانیات اور شعبۂ اطلاعیات سے متعلق ہونے کی حیثیت سے میں یہ بات پورے اطمینان سے کہہ سکتا ہوں کہ نظری تحقیق میں یہ کتاب اردو قواعد کی اب تک موجود کتابوں سے بہت زیادہ کام دے گی۔ہم آئی ٹی کے لوگوں کو ایسی کتابِ قواعد کا بہت دیر سے انتظار تھا۔

اردو کو بحیثیت ثانوی یا بیرونی زبان برتنے کا تجربہ اردو کے بہت زیادہ اساتذہ کو نہیں ہے۔غیر ملکیوں کو باقاعدہ اردو پڑھانے کا تجربہ تو چند ہی پاکستانی اساتذہ کو ہے جن میں سہیل عباس بھی شامل ہیں۔بنیادی اردو قواعد میں اُن کا یہ تجربہ بھی بروئے کار آیا ہے۔پاکستان میں مشینی ترجمے کی ابتدا میں جس کتاب نے دستگیری کی وہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کی شائع کردہ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کی Urdu for Beginners (۱۹۹۰ء) ہے۔خواجہ صاحب کو بھانت بھانت کے غیر ملکیوں کو اردو پڑھانے کا کئی عشروں پر محیط تجربہ ہے۔یہ کتاب دنیا بھر میں استعمال ہو رہی ہے۔ملاحظہ کیجیے:

www.amazon.com/Urdu-Beginners-Khawaja-M-Zakariya/dp/1567444482

بنیادی اردو قواعد پر کسی رسمی یا غیر رسمی تبصرے کی ضرورت نہیں ہے کہ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب است۔جلد ہی یہ کتاب گلی گلی قریہ قریہ پڑھی جائے گی اور کیا طالبِ علم اور کیا معلم ہر سطح کے لوگوں کی علمی و تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرے گی۔مقتدرہ قومی زبان نے اِس کتاب کو شائع کر کے بلاشبہ اردو زبان کی بڑی خدمت کی ہے۔میں اِس کتاب کو مقتدرہ کی گزشتہ کئی سالوں میں شائع کی گئی بہترین کتاب سمجھتا ہوں۔

☆☆☆

ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ بڑی خوبیوں کے آدمی ہیں۔اُن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ آج کے دور میں جس میں تشہیر ہی معیارِ کمال بن گئی ہے صرف علمی کاموں سے غرض رکھتے ہیں۔اور علمی کام بھی ایسے جن میں دکھاوٹ کا دور دور پتہ نہیں ملتا۔اُنھوں نے اردو کا کلاسیکی ادب کھول کر صرف پیا نہیں بلکہ اِس کا پلیتھن نکال کر رکھ دیا ہے۔مثلاً اُنھوں نے باغ و بہار اور فسانۂ عجائب وغیرہ کے متون کی پھرولا پھرالی کر کے ایسی اسلوبیاتی بحثیں چھیڑی ہیں جن کا اب سے پہلے اردو تحقیق و تدریس میں وجود نہ تھا۔وہ دورِ جدید کی لسانیاتی بحثوں کے شعور کے ساتھ اردو کے کلاسیکی ادب کی اسلوبیات کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنی دریافتوں کو اہلِ علم و ادب کے سامنے پیش کرتے ہیں۔متنی تحقیق، تفہیمِ متن اور مابعد الطبیعیاتی مطالعہ ابھی تک اردو میں صرف متولات تھے اور بھاری پتھر، جنھیں سہیل عباس نے چوم کر چھوڑ نہیں دیا بلکہ اُنھیں کھود کھاد کر دکھا دیا ہے کہ اِن کنوؤں میں کیسا تیل ہے۔اردو کے منظوم لغات مثلاً خالق باری، اللّٰہ

بارِی، قادر نامہ وغیرہ کے متن اُنھوں نے درست کیے ہیں، اور ابھی ایسے سیکڑوں کام اُن کے پیشِ نظر ہیں۔ اُن کی تفہیم کی بنیاد کلاسیکی متن ہیں نہ کہ اِن کی شروحات و توضیحات، اور اِسی مطالعے کی بنیاد پر اُنھوں نے اپنی تعمیر اٹھائی ہے اور اِس مطالعے کی بنیاد پر وہ خوبصورت چیزیں سامنے لاتے رہتے ہیں۔ مثلاً اُن کا ایک شعر ہے جس میں اردو کے تمام حروفِ تہجی شامل ہیں۔ تکنیکی زبان میں اِس صنعت کو صنعتِ جامع الحروف کہتے ہیں: ؎

کیا خطِ غور طلب پُر تاثیر اُس نے لکھا ضد سے مجھے مہر بھرا قہر سے معمور ہوں خیر مگر خطا آمیز/
مژۂ چشم پہ ہر لکھا ہے جس خط کا سبیل اشک صفت پڑھتے ہوئے ڈرتا ہوں کیا ذکر کروں اُس کا ہے یہ شر انگیز

اُن کا یہ شعر پڑھ کر مجھے منقبت کا ایک پرانا شعر یاد آیا جس میں ابجد کے تمام حروف موجود ہیں۔ مجھے بہت بچپن میں یہ شعر ابا جان مرحوم کے دوست جناب قاسم رشید فاروقی کے ایک بزرگ نے جن کا نام شاید ضیاء الحق تھا، لکھ کر دیا تھا۔ یہ اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس کی کاوش ہے۔ ؎

مظہرِ فیض و عطاء، منعمِ ذی جود و سخا
صلحِ کل مشرب و ثابت قدم روز وغا

بنیادی اردو قواعد میں یہ اور ایسی کئی چیزیں ہیں جو اِسے قواعد کی خشک کتاب نہیں رہنے دیتیں بلکہ اِس کے رچاؤ اور ادبی حیثیت کو بھی بلند تر کر دیتی ہیں۔ ؎

ترے جلوے ہیں سب اُسلوب و فن کا محور و مرکز
زمانوں سے بیان و استعارہ محوِ گردش ہے